

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

مفتی واستاذ شعبہ تخصص فی الفقہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ

مقبوضہ آباد شدہ شاملات کا حکم

س: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام قرآن و سنت کی روشنی میں کہ ہمارے گاؤں جہانگیرہ کے بعض اراضی شاملات (موات) کو گاؤں کے بعض باشندہ گان نے زراعت اور گھر وغیرہ کی صورت میں آباد کر کے اس پر مالکانہ قبضہ جمائے رکھا ہے۔ اور تقریباً نسلوں سے یہ آبادکاران اراضی پر قابض ہیں حکومت وقت کے مجاز افسران نے بھی ان اراضی کو کاغذات مال میں ان قابضین کے نام کیا ہے۔ بعض آبادکار قابضین نے تو ان اراضی میں خرید و فروخت بھی کی ہے۔ اب گاؤں کے چند افراد نے تقریباً سو ایک سو بیس سال بعد ان قابضین پر دعویٰ کیا ہے کہ ان کا یہ قبضہ درست نہیں۔ ان سے یہ اراضی واپس لے کر ۱۸۷۰ء میں جہانگیرہ گاؤں کے اصل باشندگان میں تقسیم کیا جائے اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ (۱) کیا ان آبادکاروں کا قبضہ اور ان کا مذکورہ اراضی میں زراعت اور ان اراضی پر مالکانہ تصرف کرنا درست ہے یا نہیں۔ (۲) کیا گاؤں کے ان چند افراد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ سو ایک سو بیس سال کا قبضہ ختم کرائیں جبکہ مذکورہ شاملات کو آباد کرنے والوں کا ان آبادی پر خطیر سرمایہ بھی خرچ ہو چکا ہے اور ان کی زندگیاں بھی ان اراضی کی تعمیر میں صرف ہو چکی ہیں اور حکومت وقت کے مجاز افسران نے یہ اراضی تعمیر کنندگان کے نام کاغذات مال میں درج بھی کی ہیں۔ والسلام

المستفتی نقیب احمد ولد پروفیسر عبید الرحمن

سکنہ جہانگیرہ ضلع صوابی تحصیل لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

زمانہ قدیم سے دو قسم کی راضی چلی آرہی ہیں ایک قسم کے اراضی کو ملکیتی اراضی کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کی اراضی جو غیر آباد ہو کر تہی ہے اس کو شاملات کہا جاتا ہے جسے عربی زبان میں موات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی اراضی (شاملات) کے لئے شریعت مقدسہ نے متعدد نصوص میں یہ اصول بیان کئے ہیں کہ اس قسم کی راضی اس وقت

تک کسی کی انفرادی ملک میں نہیں آ سکتی جب تک کوئی شخص اس کو آباد نہ کرے اور جب کوئی شخص اس بجز اور غیر آباد اراضی کو کاشت مکان دکان یا کسی اور ذریعہ معاش کی صورت میں آباد کرے تو اس تعمیر کے بعد وہ قطعہ اراضی اسی ہی کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ وہی شخص اس کا مالک بن جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: من احياء ارضاً ميتة فهي له وليس لعرق ظالم حق (ابوداؤد ۸۱/۲ باب احيا الموات)

کہ جو شخص کسی مردہ زمین کو آباد کرے وہ زمین اسی کی ہے اور دوسرے کی زمین میں ناحق طور پر آباد کاری کرنے والے کو کوئی حق حاصل نہیں۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ قال النبی ﷺ من اعمار ارضاً لیست لاحد فهو احق: قال عروہ قضی بہ عمر فی خلافته (بخاری بحوالہ اعلاء السنن ۳/۱۸) کہ جس نے کوئی ایسی زمین آباد کر دی جو کسی کی ذاتی ملکیت نہ تھی تو وہ اس اراضی کا حقدار ہے حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اسی پر فیصلے کئے۔

اسی طرح حضرت عروہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں: اشهد ان رسول اللہ ﷺ قضی ان الارض لله والعباد عباد الله ومن احيوا مواتاً فهو احق بها (ابوداؤد) کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور بندے بھی اللہ کے“ جو شخص کسی مردہ زمین کو آباد کرے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی قطعہ اراضی کے گرد کو اس خیال سے باڑھ لگایا یا پتھر لگا کر گھیر لیا کہ وہ اس کو آباد کرے گا تو تین سال تک اس کو اس زمین کی آباد کاری کا حق حاصل ہوگا اگر چہ وہ آباد کئے بغیر اس زمین کا مالک نہیں بن سکتا۔

احیاء موات کے بارے میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے شاہی فرمان جاری کیا تھا کہ ان من احياء ارضاً ميتة ببنيان او حرث و احيوا بعضاً وتركوا بعضاً فأجوز للقوم احياء هم الذی احيوا ببنيان او حرث (کتاب الاموال لابن عبید ص ۲۹۱) ”جن لوگوں نے کسی مردہ زمین کو عادت بنا کر یا کھیتی باڑی کر کے آباد کیا..... یا کچھ حصہ کو آباد کیا اور کچھ حصے کو آباد نہ کیا تو ایسے لوگوں کی صرف اس آباد کاری کو تسلیم کرو (یعنی انہیں اس حصے کا مالک سمجھو) جو انہوں نے عمارت بنا کر یا کھیتی لگا کر آباد کیا ہو۔“

لہذا انہی نصوص کی بناء پر فقہاء اسلام نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص غیر آباد زمین (شاملات) کو آباد کرے گا تو وہ اسی کا مالک بن جائے گا۔ صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کے ہاں غیر آباد اراضی کو صرف آباد کرنے سے وہ شخص اس اراضی کا مالک بن جاتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں غیر آباد اراضی کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ مالک بننے

کے لئے حاکم وقت یا مجاز افر کی اجازت بھی ضروری ہے۔

کما فی الہندیۃ والملک فی الموات یثبت بالاحیاء باذن الامام
عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف و محمد یثبت بنفس الاحیاء (الہندیہ ۵/۳۸۶)
اور علامہ صلی نے لکھا ہے: اذا احی مسلم او ذمی ارضاً غیر منتفع بہا ولیست بمملوکہ
لمسلم ولا لذمی ملکها ان اذن له الامام فی ذلک وقال یملکها بلا اذنه هذا لو
کان مسلماً فلو کان ذمیاً شرط الاذن اتفاقاً (در مختار علی حاشیہ رد المحتار ۵/۲۷۷)
اگرچہ فقہاء احناف نے امام صاحب کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

کما قال العلامة ابن عابدین: وقول الامام هو المختار ولذا قدمہ فی
الخانیۃ والملتقی کعاد تہما وبہ اخذ الطحاوی وعلیہ المتون (در المختار ۵/۲۷۸)
تو چونکہ صورت مسئلہ میں دونوں طرح کی شرائط موجود ہیں (۱) ایک تو گاؤں کے بعض باشندگان نے اس غیر آباد
ارضی کو آباد کیا ہے۔ (۲) مجاز افران نے آباد شدہ ارضی کو ان آبادکاروں کے نام بھی کیا ہے اس لئے ان شرائط کی
موجودگی میں مذکورہ بالا تفصیل کی رو سے شرعیہ آبادکاران ارضی کے مالکان ہیں ان کو اس ارضی پر جملہ حقوق مالکان
حاصل ہیں گاؤں کے بعض افراد کا ان آبادکاروں پر دعویٰ کرنا کہ اس ارضی کو ان آبادکاروں سے واپس لے کر گاؤں
کے باشندگان میں تقسیم کیا جائے صحیح نہیں اور ان کا یہ دعویٰ شرعاً بالکل غلط اور ناحق ہے۔

اس کے علاوہ صورت مسئلہ کے مطابق گاؤں کے ان بعض افراد کا یہ دعویٰ ایک اور وجہ سے بھی قابل سماعت
نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دعویداران کا یہ دعویٰ ۱۰۰-۱۲۰ سال بعد کا ہے حالانکہ شریعت مقدسہ نے سماع دعویٰ کے
لئے زیادہ سے زیادہ ۳۶ سال کی تاخیر کی حد مقرر کی ہے۔ اس لئے جو دعویٰ بلا عذر شرعی ۳۶ سال موخر ہو جائے۔ تو اتنی
تاخیر کے بعد شرعاً اس دعویٰ کو نہیں سنا جائے گا اتنی مدت تاخیر اس بات کی دلیل ہے کہ مدعی بہ دعویہ اراکات حق نہیں کما
فی شرح المجملۃ ولا تسمع بعد مرور ست وثلاثین سنة ثم ادعی متولی
وقف انہ من مستغلات وقفی فلا تسمع دعواہ (شرح المجملۃ لرستم باز مادۃ
۱۶۶۱ ص ۹۸۶) وفيہ ایضاً لا ترک الدعوی زماناً مع التمكن من قیامہا یدل
علی عدم الحق ظاہراً (ص ۹۸۳) اور اتنی تاخیر کے بعد عدم سماعت کا حکم اتنا اٹل ہے کہ اگر کسی قاضی (بیج)
کو حاکم وقت بھی سماع دعویٰ کا حکم دے تب بھی قاضی اس دعویٰ کو نہیں سنے گا کما فی شرح المجملۃ واما اذا
مضی علی الدعوی ثلاثین سنة فلا تسمع دعواہ (شرح المجملۃ لرستم باز مادۃ
۱۶۶۱ ص ۹۸۶) اور اتنی تاخیر کے بعد عدم سماعت کا حکم اتنا اٹل ہے کہ اگر کسی قاضی (بیج)